ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY

Name:

Registration No.:

Course Code: 2952

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: منتخب آیات الاحکام اور احادیث الاحکام کا مطالعہ (2952) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 01 تا 04)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: رسولوں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان (20 نمبر)

سوال نمبر 1: رسولوں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان سے متعلق قرآنی آیات و احادیث پر روشنی ڈالیں۔ (20 نمبر)

تعارف

ایمان اسلام کی بنیاد اور تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے۔ قرآن مجید نے ایمان کے ارکان کو مختلف مقامات پر جامع انداز میں بیان کیا ہے، جن میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 285 میں ارشاد ہے کہ رسول اور مومن سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے اور وہ رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر 136 میں واضح حکم ہے کہ جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ گمراہی میں دور جا پڑا۔ اس جواب میں انہی تین ارکان یعنی رسولوں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان کا مفہوم، اس کے قرآنی و حدیثی دلائل اور اس کے عملی تقاضے تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ ایمان محض زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ دل کی تصدیق، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا مجموعہ ہے، اور یہی تعریف اہل سنت کے نزدیک معتبر ہے۔

رسولوں پر ایمان: مفہوم اور قرآنی دلائل

رسولوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں اپنے برگزیدہ بندے بھیجے، جنہوں نے اللہ کا پیغام بغیر کمی بیشی کے پہنچایا۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو (فاطر: 24)، اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی مقرر کیا گیا (الرعد: 7)۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر 36 میں تمام رسولوں کی دعوت کا خلاصہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ رسولوں پر ایمان میں یہ بھی شامل ہے کہ تمام انبیاء سچے، امانت دار اور گناہوں سے معصوم تھے، انہوں نے تبلیغ کا فریضہ پوری طرح ادا کیا، اور ان کے درمیان درجے کے اعتبار سے تفریق ایمان کے منافی ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت 136 اور 285 میں تاکید کی گئی ہے۔ البتہ فضیلت کے اعتبار سے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، چنانچہ سورۃ البقرہ آیت 253 میں فرمایا گیا کہ ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، اور یہ بیان خود قرآن کا ہے، اس لیے فضیلت کا اثبات اور ایمان میں عدم تفریق دونوں بیک وقت لازم ہیں۔

رسولوں پر ایمان کا سب سے اہم جزو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور آپ کی عالمگیر رسالت پر ایمان ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 40 میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا اور سورۃ سبا آیت 28 میں آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجے جانے کی تصریح ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں وہ آخری اینٹ ہوں (بخاری و مسلم)۔ اسی طرح حدیث جبریل میں ایمان کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخر پر ایمان لاؤ (مسلم)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولوں پر ایمان ارکان ایمان میں مستقل رکن ہے اور اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ ختم نبوت پر ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق نہ کی جائے اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو آخری اور مکمل سمجھا جائے

فرشتوں پر ایمان: مفہوم اور قرآنی و حدیثی دلائل

فرشتوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق موجود ہے جو اس کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرتی ہے، نہ وہ نافرمانی کرتے ہیں اور نہ کھانے پینے اور مرد و عورت کی تقسیم ان پر جاری ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں (التحریم: 6)۔ سورۃ الانبیاء میں انہیں مکرّم بندے قرار دیا گیا جو اللہ سے پہل نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں (الانبیاء: 26 تا 27)۔ فرشتوں کے سردار جبریل علیہ السلام ہیں جو وحی لے کر انبیاء کے پاس آتے تھے، میکائیل بارش اور روزی کے انتظام پر، اسرافیل صور پھونکنے پر اور ملک الموت روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ ان کے علاوہ کراماً کاتبین ہر انسان کے اعمال لکھتے ہیں (الانفطار: 10 تا 12)، حافظ فرشتے نگرانی کرتے ہیں اور عرش اٹھانے والے اور دیگر بے شمار فرشتے مختلف خدمات پر مامور ہیں جن کی اصل تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

احادیث میں فرشتوں کے وجود اور ان کے فرائض کی مزید تفصیل ملتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے، جنات آگ کے شعلے سے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا (مسلم)۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان میں کوئی چار انگل کی جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام میں نہ ہو (ترمذی و ابن ماجہ)، اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں (بخاری و مسلم)۔ فرشتے مومنوں کے لیے دعا کرتے ہیں، مجالس ذکر میں شریک ہوتے ہیں، تلاوت قرآن سننے آتے ہیں اور انسان کی

حفاظت کرتے ہیں۔ فرشتوں پر ایمان کا عملی اثر یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی کراماً کاتبین کی موجودگی کا احساس رکھ کر گناہ سے بچتا ہے، موت اور اس کے بعد کی زندگی کی تیاری کرتا ہے اور یہ یقین مضبوط ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام محض اتفاق نہیں بلکہ اللہ کے مقرر کردہ ذمہ دار کارندوں کے ذریعے چل رہا ہے۔ فرشتوں سے محبت اور ان کے احترام کو بھی ایمان کا حصہ سمجھا گیا ہے، چنانچہ قرآن نے جبریل کی دشمنی کو اللہ کی دشمنی کے مترادف قرار دیا ہے (البقرہ: 97 تا 98)۔

آسمانی کتابوں پر ایمان: مفہوم اور تفصیل

آسمانی کتابوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے جو اپنے اپنے دور میں ہدایت کا سرچشمہ تھے۔ قرآن مجید نے بالخصوص چار کتابوں کا نام لے کر ذکر کیا ہے: تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں کا ذکر سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ النجم میں آیا ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام کتابوں کو ان کی اصل صورت میں اللہ کا کلام مانا جائے، البتہ سابقہ کتابوں میں تحریف واقع ہونے کی تصریح خود قرآن نے کی ہے (المائدہ: 13 وغیرہ)، اس لیے عمل کا مدار اب قرآن مجید ہے جو قیامت تک محفوظ ہے اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے (الحجر: 9)۔ قرآن کو سابقہ کتابوں پر مہیمن یعنی نگران اور ان کی اصل تعلیمات کا محافظ بھی قرار دیا گیا ہے (المائدہ: 48)۔

جدول 1: آسمانی کتابیں اور جن انبیاء پر نازل ہوئیں

آسمانی کتاب	نبی	اہم خصوصیت
تورات	حضرت موسیٰ علیہ السلام	بنی اسرائیل کے لیے شریعت و قانون کی کتاب
زبور	حضرت داؤد علیہ السلام	حمد، دعا اور نصیحت پر مشتمل کتاب
انجیل	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	تورات کی تصدیق کرنے والی ہدایت و بشارت کی کتاب

آخری، عالمگیر اور قیامت تک محفوظ کتاب	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	قرآن مجید

حدیث جبریل میں کتابوں پر ایمان کو ارکان ایمان میں شامل کیا گیا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کے لیے قیامت کے دن سفارش اور بلند درجات کی بشارت ہے، اور قرآن اپنے پڑھنے والوں کے حق میں دلیل بن کر آئے گا (مسلم)۔ آسمانی کتابوں پر ایمان کے عملی تقاضوں میں قرآن مجید کی تلاوت، اس کے معانی پر غور، اس کے احکام پر عمل اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما ماننا شامل ہے۔ یہ ایمان انسان کو یہ یقین دیتا ہے کہ ہدایت کا سلسلہ آغاز انسانیت سے جاری ہے، تمام انبیاء کی دعوت ایک ہے اور اسلام اسی واحد سلسلہ ہدایت کی آخری اور مکمل صورت ہے۔ اسی لیے سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جو اس کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ قبول نہیں کیا جائے گا (آل عمران: 19، 85)۔

ان ارکان پر ایمان کے عملی اثرات

ان تینوں ارکان پر ایمان انسان کی فکر اور عمل دونوں کو درست سمت دیتا ہے۔ رسولوں پر ایمان سے انسان کو زندگی کا عملی نمونہ ملتا ہے اور وہ انبیاء کی سیرت کو اپنے لیے اسوہ بناتا ہے، خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو قرآن نے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے (الاحزاب: 21)۔ فرشتوں پر ایمان سے احساس جوابدہی پیدا ہوتا ہے کیونکہ انسان جانتا ہے کہ اس کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہے۔ کتابوں پر ایمان سے انسان کے پاس حق و باطل پرکھنے کا معیار آجاتا ہے اور وہ خواہشات کے بجائے وحی کی رہنمائی کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کے برعکس ان ارکان میں سے کسی ایک کا انکار پورے ایمان کو ختم کر دیتا ہے، اسی لیے سورۃ النساء آیت 136 میں کسی ایک رکن کے انکار کو بھی گمراہی قرار دیا گیا ہے اور سورۃ البقرہ آیت 98 میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کے دشمن کو اللہ کا دشمن کہا گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے یہ ارکان ایک زنجیر کی کڑیوں کی مانند ہیں، ایک کڑی ٹوٹے تو زنجیر مکمل نہیں رہتی۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان ارکان ایمان کا لازمی جزو ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی واضح آیات اور حدیث جبریل جیسی صریح احادیث ہیں۔ رسولوں پر ایمان ہدایت کے تسلسل اور ختم نبوت کا یقین دلاتا ہے، فرشتوں پر ایمان غیبی نظام اور اعمال کی نگرانی کا احساس پیدا کرتا ہے اور آسمانی کتابوں پر ایمان وحی الٰہی کی حقانیت اور قرآن مجید کی آخری و محفوظ حیثیت کو ثابت کرتا ہے۔ طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان ارکان کو محض نظریاتی معلومات نہ سمجھے بلکہ ان کے عملی تقاضوں کو اپنی زندگی میں نافذ کرے، کیونکہ ایمان کا اصل ثمرہ عمل صالح اور اخلاق حسنہ ہی ہے۔

سوال نمبر 2: شرک کی حقیقت اور اس کی مذمت (20 نمبر)

سوال نمبر 2: شرک کی حقیقت اور اس کی مذمت سے متعلق آیات واحادیث کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

توحید اسلام کی اساس اور تمام انبیاء کی دعوت کا محور ہے، جبکہ شرک اس کے بالکل ضد اور قرآن کی نظر میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کی حقیقت سمجھنا ہر مسلمان کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید نے اس کی مذمت سب سے زیادہ شدت سے کی ہے، اسے ظلم عظیم قرار دیا ہے اور اس کے مرتکب کے لیے بخشش کی نفی کی ہے۔ اس جواب میں شرک کی تعریف اور حقیقت، اس کی اقسام، قرآن وحدیث میں اس کی مذمت اور اس کے نقصانات کو منتخب آیات الاحکام کے تناظر میں واضح کیا جائے گا۔ یہ نکتہ بھی واضح رہے کہ شرک کا تعین اور کسی فرد پر اس کا اطلاق ایک نازک علمی اور قانونی معاملہ ہے؛ یہ بحث خالصتاً علمی اور تعلیمی ہے اور کسی شخص یا جماعت پر فتویٰ یا حکم لگانا اہل علم، مستند علماء اور بااختیار عدالتوں کا کام ہے، عام فرد کا نہیں۔

شرک کی تعریف اور حقیقت

شرک کے لغوی معنی شریک ٹھہرانا اور حصہ دار بنانا ہے۔ اصطلاح میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال یا عبادت میں کسی کو اس کا شریک، ہمسر یا برابر قرار دیا جائے، یا وہ حقوق جو صرف اللہ کے لیے خاص ہیں وہ کسی مخلوق کو دیے جائیں۔ قرآن مجید نے شرک کی حقیقت حضرت لقمان کی نصیحت میں یوں بیان کی کہ بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے (لقمان: 13)۔ ظلم کا مطلب کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر غلط جگہ رکھنا ہے، اور مخلوق کو خالق کے مقام پر رکھنے سے بڑا بے انصافی کا تصور ممکن نہیں۔ شرک کی جڑ اصل اللہ کی صفات میں غلو یا مخلوق کی تعظیم میں حد سے تجاوز ہے۔ کبھی انسان کسی بزرگ، فرشتے، جن یا بت کو اللہ کا شریک سمجھتا ہے، کبھی کسی کو نفع و نقصان کا مستقل مالک مانتا ہے اور کبھی عبادت کی کوئی صورت غیر اللہ کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اسلام نے یہ اصول قطعی طور پر طے کر دیا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی مشارکت نہیں، اللہ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے (الاخلاص: 3 تا 4)۔

شرک کی اہم اقسام

علماء نے شرک کو سمجھنے کے لیے اسے چند بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اول شرک فی الذات، یعنی اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ماننا یا اللہ کے سوا کسی اور کو بھی ازلی و ابدی ہستی سمجھنا۔ دوم شرک فی الصفات، یعنی علم غیب، قدرت کاملہ اور سننے دیکھنے جیسی مخصوص صفات اللہ کے بجائے کسی مخلوق کے لیے بطور استقلال ثابت کرنا۔ سوم شرک فی الافعال، یعنی کائنات کی تخلیق، رزق، زندگی و موت اور نفع و نقصان کا اصل فاعل اللہ کے سوا کسی کو ماننا۔ چہارم شرک فی العبادت، یعنی نماز، دعا، نذر، قربانی، خوف و رجاء جیسی عبادات کا کوئی حصہ غیر اللہ کے لیے انجام دینا، جس کی مثالیں قرآن نے بت پرستی، قبر پرستی کی مبالغہ آمیز صورتوں اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کی مذمت میں بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ ریاکاری کو احادیث میں شرک خفی یعنی چھپا ہوا شرک کہا گیا ہے، کیونکہ اس میں عبادت اللہ کے لیے مگر دکھاوا مخلوق کے لیے ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے تو فرمایا ریا (مسند احمد)۔ یہ تقسیم سمجھنے کے لیے ہے، کسی فرد پر ان اقسام کے اطلاق کا فیصلہ علم و تحقیق اور اہل علم کی رہنمائی سے ہوتا ہے۔

جدول2: شرک کی بنیادی اقسام اور ان کا مفہوم

قرآنی حوالہ	مفہوم	قسم
الاخلاص: 3تا4	اللہ کی ذات میں شریک یا دوسرا خدا ماننا	شرک فی الذات
الشوریٰ: 11	اللہ کی خاص صفات مخلوق کے لیے ماننا	شرک فی الصفات
یونس: 31	تعلیق تدبیر میں شریک ماننا	شرک فی الافعال
الجن: 18	عبادت کا کوئی حصہ غیر اللہ کے لیے کرنا	شرک فی العبادت
الکہف: 110	عبادت میں دکھاوے کی نیت شامل کرنا	شرک خفی (ریا)

قرآن مجید میں شرک کی مذمت

قرآن مجید نے شرک کی مذمت انتہائی سخت الفاظ میں کی ہے۔ سورۃ النساء میں دو مقامات پر فرمایا گیا کہ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا (النساء: 48، 116)۔ سورۃ المائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اعلان کرایا گیا کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے (المائدہ: 72)۔ سورۃ الزمر میں تمام انبیاء کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے (الزمر: 65)۔ سورۃ الانعام میں اٹھارہ انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اگر وہ بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے (الانعام: 88)۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شرک اعمال کی بربادی کا سبب ہے اور اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس کی اصلاح کی تمام تر ذمہ داری توبہ پر رکھی ہے، یعنی شرک سے سچی توبہ کرنے والا بخشش پا سکتا ہے لیکن شرک پر اصرار کے ساتھ مرنے والے کے لیے بخشش کی نفی ہے، جیسا کہ مفسرین نے ان آیات کی تشریح میں لکھا ہے۔

قرآن نے شرک کے بطلان پر عقلی دلائل بھی دیے ہیں۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے کہ اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو دونوں تباہ ہو جاتے (الانبیاء: 22)۔ سورۃ یونس میں مشرکین سے سوال کیا گیا کہ کون آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے، کون سماعت وبصارت کا مالک ہے، کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون امور کی تدبیر کرتا ہے، تو وہ خود کہیں گے اللہ، پھر فرمایا کہ حق واضح ہونے کے بعد کہاں بہکے جاتے ہو (یونس: 31 تا 32)۔ سورۃ الحج میں شرک کی مثال یوں دی گئی کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پھینک دیتی ہے (الحج: 31)۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ مشرک نہ عقلی سکون پاتا ہے نہ حقیقی پناہ۔ قرآن نے یہ بھی واضح کیا کہ مشرکین کے معبود قیامت کے دن ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور شرکاء اپنے پجاریوں کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔

احادیث میں شرک کی مذمت

احادیث نبویہ میں بھی شرک کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا (بخاری و مسلم)۔ ایک اور حدیث میں سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچنے کا حکم دے کر سب سے پہلے اللہ کے ساتھ شرک کا ذکر فرمایا گیا (بخاری و مسلم)۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں (مسلم)۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی مشہور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور جب وہ ایسا کریں تو اللہ پر ان کا حق یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے (بخاری و مسلم)۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک سے بچنا ایمان کی حفاظت کی بنیاد ہے اور اخلاص ہی اعمال کی قبولیت کی روح ہے۔

شرک کے نقصانات اور توحید کی برکات

شرک کے نقصانات دینی و دنیوی دونوں ہیں۔ دینی نقصان یہ ہے کہ شرک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، دل کو اضطراب میں مبتلا رکھتا ہے اور انسان کو انسانوں اور بے جان چیزوں کی غلامی میں دے دیتا ہے۔ قرآن کے مطابق مشرک کا دل منتشر ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کئی آقاؤں کی مشترک ملکیت ہو جو آپس میں جھگڑتے ہوں، جبکہ موحد اس شخص کی طرح ہے جو ایک ہی آقا کا مطیع ہو کر سکون پاتا ہے (الزمر: 29)۔ اس کے برعکس توحید انسان کو ہر خوف اور غلامی سے آزاد کرتی ہے، اسے ایک اللہ کے سامنے جھکنا سکھاتی ہے اور پوری انسانیت کو ایک خالق کی مخلوق ہونے کی بنیاد پر مساوات عطا کرتی ہے۔ یہی اسلامی دعوت کا آغاز ہمیشہ کلمہ توحید سے ہوا اور قرآن کی سب سے جامع سورتوں میں سورۃ الاخلاص کو توحید کا خلاصہ قرار دیا گیا۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ شرک کی مذمت والی آیات کو صرف نظری علم نہ سمجھے بلکہ اخلاص، دعا میں توجہ اور عبادت میں حضور قلب کے ذریعے توحید کو اپنی عملی زندگی میں زندہ کرے۔ یہاں ایک بار پھر یہ وضاحت مناسب ہے کہ شرک کی تعریفیں اصول ہیں؛ کسی معین شخص کو مشرک قرار دینا اس بحث کا موضوع نہیں اور نہ اس کا اختیار ہر کس و ناکس کو ہے، یہ اہل علم اور عدالتی اداروں کا دائرہ کار ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اللہ کی ذات، صفات، افعال یا عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا نام ہے، قرآن نے اسے ظلم عظیم، اعمال کی بربادی کا سبب اور بغیر توبہ کے ناقابل معافی گناہ قرار دے کر اس کی شدید مذمت کی ہے، اور احادیث نے اسے کبائر میں سب سے بڑا گناہ بتایا ہے۔ اس کے مقابلے میں توحید نجات، سکون اور تمام اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ اس لیے منتخب آیات کے مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنی عبادت، دعا اور اعتماد کو خالص اللہ کے لیے رکھے اور شرک کی ہر ظاہری و خفی صورت سے بچنے کی کوشش کرے۔

سوال نمبر 3: نماز کے احکام و مسائل (20 نمبر)

سوال نمبر 3: قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں نماز کے احکام و مسائل واضح کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

نماز اسلام کا دوسرا رکن اور دین کا ستون ہے۔ شہادت کے بعد سب سے پہلا فریضہ نماز ہی ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کا حساب ہو گا۔ قرآن مجید میں نماز کا حکم اسی سے زائد مقامات پر آیا ہے اور اسے اقامت یعنی پورے ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ منتخب آیات الاحکام میں نماز سے متعلق آیات فقہ اسلامی کی بنیادی نصوص میں شمار ہوتی ہیں، جن سے نماز کی فرضیت، اوقات، طہارت، رکوع و سجود، قصر و جمع اور خوف کی نماز جیسے احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس جواب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کے اہم احکام و مسائل ترتیب وار بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ اختلافی فقہی مسائل میں یہ جواب نصوص کا عمومی تعارف پیش کرتا ہے؛ کسی خاص مسئلے میں عمل کے لیے طالب علم اپنے مسلک کے مستند علماء اور کورس کی کتاب کی طرف رجوع کرے۔

نماز کی فرضیت اور اہمیت: قرآنی دلائل

نماز کی فرضیت قرآن کی قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (البقرہ: 43)، اور صبر اور نماز سے مدد چاہنے کا حکم دے کر نماز کو اہل ایمان کی پہچان بتایا گیا (البقرہ: 45)۔ سورۃ النساء میں نماز کو مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض قرار دیا گیا ہے (النساء: 103)۔ سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو (طٰہٰ: 14)۔ نماز کی سب سے بڑی حکمت سورۃ العنکبوت میں بیان ہوئی کہ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے (العنکبوت: 45)۔ اسی طرح سورۃ المؤمنون میں کامیاب مومنوں کی پہلی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور آخری صفت یہ کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (المؤمنون: 1 تا 2 و 9)۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز محض جسمانی حرکات نہیں بلکہ روحانی تربیت، اللہ سے تعلق اور اخلاقی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

نماز کے اوقات اور جماعت کے احکام

قرآن مجید نے نماز کے اوقات کی طرف جامع اشارات کیے ہیں جن کی تفصیل سنت نے بیان کی۔ سورۃ ھود میں دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرنے کا حکم ہے (ھود: 114)، سورۃ بنی اسرائیل میں سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز اور فجر کے قرآن کا ذکر ہے (الاسراء: 78)، اور سورۃ الروم میں صبح و شام اور زوال کے اوقات میں تسبیح و نماز کی طرف اشارہ ہے (الروم: 17 تا 18)۔ ان آیات کے مجموعے سے پانچ نمازوں کے اوقات ثابت ہوتے ہیں جن کی عملی تعیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور حدیث جبریل میں اوقات کی تعلیم سے ہوئی۔ جماعت کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (البقرہ: 43) سے علماء نے باجماعت نماز کے اہتمام پر استدلال کیا ہے، اور حدیث میں جماعت کی نماز کو اکیلے کی نماز سے سنائیس درجے افضل قرار دیا گیا ہے (بخاری و مسلم)۔ نماز خوف کا حکم سورۃ النساء آیت 102 میں اور سفر میں قصر کا حکم آیت 101 میں بیان ہوا ہے کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز میں قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جمعہ کی نماز کا مستقل حکم سورۃ الجمعہ میں ہے کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو (الجمعہ: ۹)۔

جدول 3: پانچ نمازیں، رکعات اور قرآنی اشارات

نماز	فرض رکعات	متعلقہ اشارہ
فجر	2	فجر کا قرآن مشہود ہے (الاسراء: 78)
ظہر	4	زوال شمس سے نماز (الاسراء: 78)
عصر	4	نماز وسطیٰ کی حفاظت (البقرہ: 238)
مغرب	3	دن کے کنارے کی نماز (ھود: 114)
عشاء	4	رات کی تاریکی تک نماز (الاسراء: 78)

نماز کے مسائل میں طہارت بنیادی شرط ہے جس کا حکم سورۃ المائدہ آیت 6 میں وضو کے بیان کے ساتھ آیا ہے اور اس کا تفصیلی ذکر اگلے سوال میں آئے گا۔ نماز کی شرائط میں ستر پوشی، قبلہ رخ ہونا اور وقت کا داخل ہونا شامل ہیں؛ قبلے کی تحویل کا حکم سورۃ البقرہ آیت 144 میں ہے کہ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ رکوع و سجود نماز کے ارکان ہیں، قیام میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت حدیث کے مطابق لازم ہے کہ جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں (بخاری و مسلم)۔ نماز میں خشوع و خضوع، اطمینان اور تعدیل ارکان کی تاکید حدیث میں اس شخص کے واقعے سے ثابت ہے جسے آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی (بخاری و مسلم)۔ اس حدیث سے علماء نے اطمینان کو نماز کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔

احادیث میں نماز کی فضیلت و وعید

احادیث میں نماز کی فضیلت بہت کثرت سے بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں شہادت کے بعد نماز قائم کرنا ہے (بخاری و مسلم)۔ پانچ نمازوں کی مثال اس نہر سے دی گئی جو کسی کے دروازے پر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرے تو اس کے جسم پر میل باقی نہیں رہتا، اسی طرح پانچ نمازوں سے اللہ گناہ مٹا دیتا ہے (بخاری و مسلم)۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ بندے سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ درست نکلی تو وہ کامیاب ہو گیا اور اگر خراب نکلی تو وہ ناکام و نامراد ہوا (ترمذی و نسائی)۔ اس کے برعکس نماز چھوڑنے پر سخت وعید آئی ہے؛ حدیث میں ہے کہ بندے اور شرک و کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے (مسلم)، اور ہمارے اور ان کے درمیان عہد نماز ہے، پس جس نے اسے چھوڑا اس نے کفر کیا (ترمذی و نسائی)۔ علماء نے ان احادیث کی تشریح میں نماز کی اہمیت اور اس کے ترک پر اخروی نقصان کو واضح کیا ہے، جبکہ کسی معین فرد کے بارے میں حکم لگانا اہل علم کا کام ہے۔

نماز کے روحانی و معاشرتی اثرات

نماز کے اثرات فرد اور معاشرے دونوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر نماز اللہ سے روزانہ پانچ مرتبہ رابطے کا ذریعہ ہے، یہ دل کو سکون دیتی ہے، وقت کی پابندی سکھاتی ہے اور بے حیائی و برائی سے روکتی ہے۔ معاشرتی سطح پر باجماعت نماز مساوات کا عملی مظاہرہ ہے جہاں امیر و غریب، حاکم و محکوم ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں، جمعہ کا اجتماع

ہفتہ وار باہمی تعارف و خیر خواہی کا ذریعہ بنتا ہے اور مسجد محلے کی دینی و سماجی زندگی کا مرکز قرار پاتی ہے۔ قرآن نے نماز اور زکوٰۃ کو اکثر ساتھ ذکر کر کے یہ بھی سمجھایا کہ اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ایک ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے اس کی زندگی میں نظم، پاکیزگی اور ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، اور یہی اثرات منتخب آیات کے مطالعے کا عملی حاصل ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نماز قرآن و حدیث کی قطعی نصوص سے فرض ہے، اس کے اوقات، ماسنون، جمعہ اور خوف کی نماز کے احکام قرآن نے اصولاً اور سنت نے تفصیلاً بیان کر دیے ہیں، اور اس کی فضیلت و ترک پر وعید احادیث میں واضح ہے۔ طالب علم کے لیے اس مطالعے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کی شرائط، ارکان اور خشوع کے ساتھ وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اور اختلافی جزئیات میں اہل علم کی رہنمائی حاصل کرے۔

سوال نمبر 4: جنابت اور غسل جنابت کے احکام و مسائل (20 نمبر)

سوال نمبر 4: قرآن و حدیث کی روشنی میں جنابت اور غسل جنابت کے احکام و مسائل بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

طہارت اسلام میں عبادات کی قبولیت کی کنجی ہے اور قرآن نے پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے اللہ کی محبت کا اعلان کیا ہے۔ جنابت طہارت سے متعلق ایک اہم شرعی حالت ہے جس کے احکام قرآن مجید کی دو بنیادی آیات یعنی سورۃ النساء آیت 43 اور سورۃ المائدہ آیت 6 میں بیان ہوئے ہیں، اور ان کی عملی تفصیل احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ اس جواب میں جنابت کا مفہوم، اس کے اسباب، غسل جنابت کا حکم اور طریقہ، جنابت کی حالت میں ممنوع امور اور پانی نہ ملنے پر تیمم کے احکام کو علمی اور سنجیدہ انداز میں بیان کیا جاتا

ہے۔ یہ موضوع فقہ الطہارہ کا حصہ ہے، اس لیے اس کی تحریر میں شرعی ادب اور علمی وقار کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور اختلافی تفصیلات میں طالب علم کو اپنے مسلک کی مستند کتب و علماء کی طرف رجوع کی ہدایت کی جاتی ہے۔

جنابت کا مفہوم اور اسباب

جنابت لغت میں دوری کے معنی میں ہے، کیونکہ جنبی یعنی ناپاکی کی حالت میں مبتلا شخص نماز اور مسجد سے دور رکھا جاتا ہے جب تک غسل نہ کر لے۔ اصطلاح شرع میں جنابت وہ حکمی ناپاکی ہے جو مخصوص اسباب سے لاحق ہوتی ہے اور جس سے پاکی صرف غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ فقہاء نے اسباب جنابت میں بالغ مرد و عورت سے شہوت کے ساتھ منی کا خروج، خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں جسے احتلام بھی کہا جاتا ہے، اور شوہر و بیوی کے شرعی تعلق کو شمار کیا ہے۔ حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے احلام و خروج کی صورت میں بھی غسل کا حکم بیان فرمایا (بخاری و مسلم)، جس سے معلوم ہوا کہ یہ احکام مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ اسی طرح حیض و نفاس کے بعد پاکی کے لیے بھی غسل کیا جاتا ہے لیکن وہ جنابت سے الگ ابواب میں شمار ہوتے ہیں، البتہ طریقہ غسل میں مماثلت ہے۔ قبول اسلام کی صورت میں بھی غسل کی ترغیب احادیث میں آئی ہے۔ ان اسباب کی تعیین میں فقہاء کے درمیان بعض جزئی اختلافات موجود ہیں جن میں اصل مرجع قرآن و سنت کی نصوص اور مستند فقہی ذخیرہ ہے۔

غسل جنابت کا قرآنی حکم

غسل جنابت کا اصل حکم سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 6 میں ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب پاکی حاصل کرو، یعنی غسل کرو۔ اسی آیت میں وضو کے احکام، یعنی چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونا، سر کا مسح اور ٹخنوں تک پاؤں دھونا بھی بیان ہوئے ہیں، اس لیے یہ آیت آیات الاحکام میں طہارت کی جامع ترین آیت شمار ہوتی ہے۔ سورۃ النساء آیت 43 میں نماز کے قریب جانے سے منع کیا گیا جب تک انسان نشے کی حالت میں ہو اور بات سمجھ نہ سکے، اور جنابت کی حالت میں بھی نماز سے روکا گیا یہاں تک کہ غسل کر لیا جائے، البتہ مسافر یعنی راستے سے گزرنے والے کی صورت مستثنیٰ رکھی گئی جس کی تشریح مفسرین نے مسجد سے گزرنے یا سفر کی حالت سے کی ہے۔ اسی آیت

کے اگلے حصے میں بیماری، سفر، یا پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں تیمم کی رخصت بیان ہوئی ہے۔ ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ جنابت کی حالت میں نماز ادا کرنا اور قرآن کی تلاوت جیسے امور اس وقت تک درست نہیں جب تک غسل سے طہارت حاصل نہ کر لی جائے۔

غسل جنابت کا مسنون طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں تفصیل سے بیان ہوا ہے (بخاری و مسلم)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے نیت کی جائے، پھر دونوں ہاتھ دھوئے جائیں، جسم پر لگی ظاہری نجاست دور کی جائے، پھر مکمل وضو کیا جائے۔ اس کے بعد پورے جسم پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے اس طرح کہ جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہے، اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا غسل کے لیے بال کھولنا ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ سر پر تین چلو پانی ڈالنا کافی ہے، بال کھولنا لازم نہیں (مسلم)۔ غسل کے فرائض کے بارے میں فقہاء نے قرآن کی آیت کے لفظ اطہر یعنی خوب پاک ہونے سے کلی، ناک میں پانی ڈالنے اور تمام بدن پر پانی بہانے کو اصل قرار دیا ہے، جبکہ بعض امور کو سنت و مستحب کہا گیا ہے۔ پانی کے استعمال میں اسراف سے منع کیا گیا ہے، کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل صاع یعنی تقریباً ڈھائی سے تین لیٹر کے لگ بھگ پانی سے ثابت ہے (بخاری و مسلم)، جو آج کے دور میں بھی اعتدال کی بہترین مثال ہے۔

جدول 4: غسل جنابت — ترتیب وار مراحل

مرحلہ	عمل	حوالہ
1	نیت اور ہاتھ دھونا	حدیث عائشہ (بخاری و مسلم)
2	ظاہری نجاست کی صفائی	حدیث میمونہ (بخاری و مسلم)
3	مکمل وضو	المائدہ: 6 کی ترتیب
4	سر اور پورے بدن پر پانی بہانا	المائدہ: 6؛ حدیث ام سلمہ (مسلم)

فقہاء کی تصریح بر بنائے نصوص	کوئی حصہ خشک نہ رہے	5

جنابت کی حالت میں ممنوع امور اور تیمم کی رخصت

فقہاء نے نصوص سے اخذ کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں نماز پڑھنا، مسجد میں ٹھہرنا، طواف کعبہ کرنا، قرآن مجید کو چھونا اور اس کی تلاوت کرنا درست نہیں، یہاں تک کہ غسل کر لیا جائے، جبکہ اس حالت میں کھانا پینا، سونا اور روزمرہ کے عام کام جائز ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو کر کے سوتے (بخاری و مسلم)، اور کھانے پینے سے پہلے بھی وضو کی ترغیب ثابت ہے۔ اگر پانی موجود نہ ہو یا اس کا استعمال بیماری کی وجہ سے مضر ہو تو قرآن نے تیمم کی رخصت دی ہے کہ پاک مٹی سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا جائے (النساء: 43؛ المائدہ: 6)۔ تیمم وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہے اور اس کے ساتھ نماز اور دیگر عبادات ادا کی جا سکتی ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے واقعے میں تیمم کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً سکھایا (بخاری و مسلم)، اور حضرت عمران بن حصین والی روایت میں لمبے سفر میں پانی نہ ملنے پر تیمم سے نماز کا ثبوت ملتا ہے۔ جنابت کو بلاوجہ طول دینے اور نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں؛ اگر غسل سے کوئی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بھی اصول یہی ہے کہ پہلے طہارت حاصل کی جائے، اور مشکل صورتوں میں اہل علم سے رہنمائی لی جائے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ جنابت ایک حکمی ناپاکی ہے جس کا حکم سورۃ المائدہ اور سورۃ النساء کی آیات میں صراحت سے آیا ہے، غسل کا طریقہ احادیث میں تفصیل سے ثابت ہے اور پانی کی عدم دستیابی پر تیمم شریعت کی سہولت ہے۔ طہارت کے یہ احکام سکھاتے ہیں کہ اسلام میں جسمانی پاکیزگی اور روحانی عبادت کا گہرا ربط ہے اور عبادت کے لیے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی تیاری مطلوب ہے۔ طالب علم اس باب کے اختلافی مسائل میں اپنے مسلک کی مستند رہنمائی کو پیش نظر رکھے۔

سوال نمبر 5: روزے کی فرضیت، اہمیت اور فضیلت (20 نمبر)

سوال نمبر 5: روزے کی فرضیت، اہمیت اور فضیلت سے متعلق قرآنی آیات و احادیث کی تفصیل بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

روزہ اسلام کا چوتھا رکن اور تقویٰ حاصل کرنے کا عظیم ذریعہ ہے۔ اس کی فرضیت کا حکم سورۃ البقرہ کی آیات نمبر 183 تا 185 میں ایک مکمل نظام کی صورت میں نازل ہوا، جس میں روزے کی فرضیت، اس کا مقصد، مہینے کا تعین، مسافر و مریض کی رخصت اور فدیے کے احکام سب بیان کر دیے گئے۔ اسی لیے یہ آیات منتخب آیات الاحکام میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ احادیث میں روزے کی فضیلت، لیلۃ القدر، اعتکاف اور روزہ دار کے آداب کی مزید تفصیل آئی ہے۔ اس جواب میں روزے کی فرضیت کے قرآنی دلائل، اس کی اہمیت و حکمت اور احادیث میں مذکور فضائل تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

روزے کی فرضیت: قرآنی آیات کا تجزیہ

سورۃ البقرہ آیت 183 میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ اس آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں: روزہ ایک قطعی فریضہ ہے، یہ امت کوئی نئی عبادت نہیں بلکہ سابقہ امتوں میں بھی مشروع رہی ہے، اور اس کا بنیادی مقصد تقویٰ یعنی اللہ کا خوف اور گناہوں سے پرہیز ہے۔ آیت 184 میں ایام معدودات یعنی گنتی کے دنوں کا ذکر کر کے مریض اور مسافر کو دوسرے دنوں میں قضا کی رخصت دی گئی اور جو طاقت نہ رکھے اس کے لیے مسکین کے کھانے کا فدیہ بیان ہوا۔ آیت 185 میں مہینے کی تعیین کر دی گئی کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا، پس جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس کے روزے رکھے، اور اسی آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔ آیت 187 میں سحری تک کھانے پینے کی اجازت، اعتکاف کی حالت میں مباشرت کی ممانعت اور روزے کی حدود کو اللہ کی حدود قرار دے کر ان سے تجاوز منع کیا گیا۔ ان آیات کے مجموعے سے روزے کا مکمل قانونی ڈھانچا سمجھ میں آتا ہے جس میں فرضیت، رخصت، قضا اور فدیہ سب شامل ہیں۔

روزے کی اہمیت اور حکمتیں

روزے کی اہمیت کا پہلا پہلو یہ ہے کہ یہ خالص اللہ کے لیے کی جانے والی عبادت ہے جس میں ریا کا امکان سب سے کم ہوتا ہے، کیونکہ روزہ دار تنہائی میں بھی صرف اللہ کے خوف سے کھانے پینے سے رکا رہتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (بخاری و مسلم)۔ روزے کی دوسری حکمت اخلاقی تربیت ہے؛ روزہ صبر، ضبط نفس اور خواہشات پر قابو سکھاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو ڈھال قرار دیا اور روزہ دار کو ہدایت کی کہ وہ نہ بری بات کہے اور نہ جھگڑا کرے، اور اگر کوئی اس سے الجھے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (بخاری و مسلم)۔ تیسری حکمت معاشرتی ہے کہ روزہ رکھنے سے امیر کو غریب کی بھوک کا عملی احساس ہوتا ہے جس سے ہمدردی، سخاوت اور صدقے کا جذبہ بڑھتا ہے۔ صحی نقطہ نظر سے بھی اعتدال کے ساتھ رکھا گیا روزہ جسم کو نظم و ضبط دیتا ہے، البتہ بیماری کی حالت میں رخصت شریعت کا حسن ہے۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے، اس میں تلاوت، تراویح اور لیلۃ القدر کی عبادت سے روحانی ماحول پیدا ہوتا ہے اور پوری امت ایک مشترکہ عبادتی کیفیت میں شریک ہوتی ہے۔

جدول 5: رمضان کے اہم احکام — ایک نظر میں

موضوع	حکم	حوالہ
فرضیت	ہر بالغ، عاقل، مقیم مسلمان پر فرض	البقرہ: 183
رخصت	مریض و مسافر کو قضا کی اجازت	البقرہ: 184 تا 185
فدیہ	دائمی عذر پر مسکین کا کھانا	البقرہ: 184
سحری و افطار	طلوعِ فجر تک کھانا پینا مباح	البقرہ: 187
لیلۃ القدر	ہزار مہینوں سے بہتر رات	القدر: 3

احادیث میں روزے کی فضیلت

احادیث میں روزہ دار کے لیے عظیم بشارتیں آئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید پر رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے (بخاری و مسلم)، اور جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان و احتساب کے ساتھ کیا اس کے بھی پچھلے گناہ معاف ہو گئے (بخاری و مسلم)۔ جنت کے آٹھ دروازوں میں ایک دروازے کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور پھر وہ بند کر دیا جائے گا (بخاری و مسلم)۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اللہ سے ملاقات کے وقت، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے (بخاری و مسلم)۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے اللہ اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیتا ہے (بخاری و مسلم)۔ رمضان کو صبر کا مہینہ اور اس کے روزے کو تین ایام بیض کے روزوں کے ساتھ سال بھر کے روزوں کے برابر قرار دینے والی روایات بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ یہ فضائل بتاتے ہیں کہ روزہ محض بھوک پیاس کا نام نہیں بلکہ مغفرت، جنت سے قرب اور اللہ کی خاص جزا کا ذریعہ ہے۔

روزہ دار کے آداب اور عام مسائل

احادیث کی روشنی میں روزہ دار کے آداب میں سحری کھانا شامل ہے کیونکہ سحری میں برکت ہے (بخاری و مسلم)، افطار میں جلدی کرنا اور غروب آفتاب کے فوراً بعد افطار کرنا سنت ہے (بخاری و مسلم)، جبکہ سحری میں تاخیر بھی مسنون ہے۔ روزے کے عام مسائل میں بھول کر کھا لینے سے روزہ نہ ٹوٹنا شامل ہے، حدیث میں ہے کہ جس نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا (بخاری و مسلم)۔ مسواک کرنا، آنکھ میں سرمہ لگانا اور خوشبو سونگھنا روزے کو نقصان نہیں پہنچاتے، جبکہ قے خود آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ جان بوجھ کر قے کرنے پر فقہاء کے نزدیک قضا لازم آتی ہے۔ یہ جزئی مسائل نصوص اور فقہی کتب میں تفصیل سے موجود ہیں، طالب علم امتحانی جواب میں انہی بنیادی اصولوں کو پیش کرے اور پیچیدہ صورتوں میں اہل علم سے رجوع کرے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف اور لیلۃ القدر کی تلاش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت تھی اور آپ آخری عشرے میں عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے تھے (بخاری و مسلم)۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ روزے کی فرضیت سورۃ البقرہ کی آیات 183 تا 187 سے قطعی طور پر ثابت ہے، اس کا مقصد تقویٰ ہے، اس میں مریض و مسافر کے لیے رخصت اور دائمی عذر کے لیے فدیے کی سہولت موجود ہے، اور احادیث نے اس کی فضیلت میں مغفرت، دروازہ ریان اور اللہ کی خاص جزا کی بشارتیں دی ہیں۔ روزے کا اصل حاصل یہ ہے کہ مسلمان سال بھر کے لیے صبر، پرہیز گاری اور اللہ سے قرب کی تربیت حاصل کرے، نہ یہ کہ رمضان گزرتے ہی اس کے اثرات بھی ختم ہو جائیں۔

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com